ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.7,Issue No.1 (2025)
(January to March)

رام لعل کی سفر نامہ نگاری: تہذیب وروایات اور صدماتی عناصر

Travel Writing of Ram Laal: Culture, Traditions, and Elements of Trauma

سید ظفر حسین شاہ گیلانی
پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد
ڈاکٹر نازیہ ملک
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

Syed Zafar Hussain Shah Gillani
PhD. Scholar, Department of Urdu, National University of Modern Languages, Islamabad
Dr. Nazia Malik
Assistant Professor, Department of Urdu, National University of Modern Languages, Islamabad

Abstract:
A good writer has an ability in crafting stories, this ability become more valuable when it connects with reader's emotion. Ram Laal renown Urdu writer, novelist, and travelogue author has the ability to captivate the reader's interest through his thoughts provoking and insightful writing that explore the trauma of war, pain and social issues. He writes about the complexities of human emotions, culture and everyday life struggle. Raam Laal's writing style is characterized by his unique wit and sensitivity. He is well renown because of his fictions. He also wrote novels and travelogues, his travelogue of Pakistan "Zard patton ki Bahar" is a master piece of his writings, it was not his just physical journey but also inner exploration and trauma of division of sub-continent. He travelled in 1982 but depicted the tragic incidents of 1947, he couldn't get rid of past and captivated the emotions of reader as well. In this article, we will discuss some aspect of his travelogues.

Keywords: crafting stories, Ram Laal, reader's interest, novels and travelogues, physical journey, emotions

اِبتدائے آفرینش سے انسان کے اندر تبدیلی کی خواہش اور کائنات کو دیکھنے کی فطری جستجو موجود ہے، اس فطری آرزو کے نتیجے میں انسان سفر کرتا ہے، اس کی روداد بیان کرتا ہے۔ سفر نامہ اسی سے عبارت ہے۔ دنیا کی ہر زبان میں سفر نامے لکھے گئے ہیں۔ اردو میں سفر نامہ نگاری کا باقاعدہ آغاز یوسف خان کمبل پوش کی سفر نامے "عجائبات فرنگ" سے ہوئی۔ انہوں نے ۱۸۳۷ میں انگلستان کا سفر کیا تھا، جس پر رئیس قمر نے لکھا ہے،

"اس سفر کا کا مقصد کوئی دینی یا دنیاوی مفاد نہیں بلکہ محض سیاحت تھا۔ اس لیے ان کی دیدہ پر شوق نے یورپ کی ترقی یافتہ اور جمہوری معاشرے میں جو حیرت زار مناظر دیکھے ہیں، اُس کے بڑے جاندار مرقع انھوں نے اپنے سفر نامے میں کھینچ دیے ہیں۔ ان کی طرز تحریر میں قدامت کے باوجود جو شگفتگی اور رنگینی ہے، وہ ان کے آزادانہ مشاہدات کی تازگی کا عطیہ ہے۔"(۱)

سفر نامہ محض تہذیب و ثقافت معاشرت کی عکاسی ہی نہیں کرتے بلکہ یہ حسن فطرت کے بیان، تاریخی حقائق، سماجی معلوما ت کے ساتھ ساتھ سفر نامہ نگار کی اظہارِ ذات کی خوبی کا وصف اس میں نمایاں ہوتا ہے۔ سفر نامہ میں اظہار ذات کی خوبی کے حوالے سے ڈاکٹر آغا سہیل نے رام لعل کے سفر نامہ "زرد پتوں کی بہار" کی ابتدا میں لکھا ہے۔

"نثر کے دوسرے اوصاف میں مصنف خود کو چھپا سکتا ہے مگر سفر نامہ وہ واحد صنف نثر ہے، جس میں داخلیات کا سروکار رہتا ہے اور ذات کے سمندر کو بلونا پڑتا ہے۔"(۲)

ڈاکٹر آغا سہیل کی اس بات کے تناظر میں ہم رام لعل کا مطالعہ کریں تو ان کی تحریروں میں اس کی بھرپور تائید ملتی ہے۔ "رام لعل" دنیائے ادب کا ایک اہم نام جو اپنے افسانوں کے حوالے سے خاص پہچان رکھتے ہیں۔ اُن کا اندازِ بیان نہایت رواں، دلکش اور جذبات سے بھرپور ہوتا تھا۔ انہوں نے ناول بھی لکھے سفر نامہ نگاری بھی کی۔ اور رام لعل وہ خوش نصیب افسانہ نگار اور سفر نامہ نگار ہیں، جو اُردو ادب میں ایک امتزاجی توازن کے ساتھ ایک خوش گوار مستقبل لیے داخل ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے ادبی منظر نامے پر چھا گئے۔ وہ فلسفیانہ انداز میں سفر کے دوران پیش آنے والے واقعات اور مقامات کو بیان کرتے تھے، جس سے قاری محض جغرافیائی سفر ہی نہیں کرتا تھا بلکہ ایک فکری اور روحانی سفر بھی طے کرتا تھا جو اسکی دلچسپی کو برقرار رکھتی تھی۔ اُن کے سفر نامے، اُن کی تجسس، ہمدردی اور کہانی سنانے سے محبت کا ثبوت ہیں، جو قارئین کو دُنیا اور اس کے متنوع باشندوں کے بارے میں ایک منفرد اور قریبی نقطہ نظر پیش کرتے ہیں۔ انھوں نے "خواب سفر خواب" اور "زرد پتوں کی بہار" سفر نامے لکھے۔ رام لعل نے اپنے سفر ناموں میں مختلف تاریخی، ثقافتی اور تہذیبی پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ وہ قدیم دور اور جدید دور کا موازنہ کرتے ہوئے اس بات پر غور کرتے ہیں کہ تہذیبیں کیسے بدلتی ہیں اور وقت کے ساتھ انسانی رویے، ثقافتیں اور انسانی زندگیاں کس طرح متاثر ہوتی ہیں۔ "زرد پتوں کی بہار" یہ اُن کا پاکستان کے سفر سے متعلق ہے ۔ عنوان کے لحاظ سے اِسے استعاراتی عنوان کہنا غلط نہ ہو گا، زرد پتے خزاں یا زوال کی نشانی ہوتے ہیں جبکہ بہار نئی زندگی، اُمید اور خوشی کی علامت ہوتا ہے، یہ سفر نامہ عنوان سے ہی اپنے اندر کی کہانی کو بیان کرتا ہے۔ رام لعل کا یہ سفر نامہ اُن کی نہایت اہم اُردو ادبی تصنیف ہے۔ یہ سفر نامہ محض جغرافیائی بیان نہیں ہے بلکہ یہ ایک سماجی، فکری اور جذباتی رنگ بھی بیان کرتا ہے۔ انہوں نے اپنی اِس تصنیف میں اپنے مشاہدات، تجربات اور جذباتی کیفیات کو نہایت خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا۔ اُن کا یہ سفر نامہ "زرد پتوں کی بہار" اُن کے ماضی اور حال، دونوں کی عکاسی کرتا ہے، جب اُنھوں نے اپنے آبائی شہر میں تقسیم کے ۳۳ سال بعد قدم رکھا۔ یہ سفر نامہ محض سفر نامہ نہیں تھا بلکہ اس میں برصغیر کے زوال کی داستان، تقسیمِ ہندوستان، اس کے عناصر، فسادات، قتل و غارت، ہجرت کی تکلیف دہ مراحل کے ساتھ ساتھ اپنے آبائی علاقے، شہر اور اپنت لوگوں سے محبت کی عکاسی ہے۔

رام لعل نے اپنے اس سفر کے دوران مختلف اقوام، ثقافتوں اور انسانی رشتوں کو ایک خاص نظر سے دیکھا ہے۔ اُن کے سفر ناموں میں ثقافتوں کی واضح تفصیل کے ساتھ، سفر سے ذاتی عکاسی، خطوں کی تاریخ، رسوم و رواج اور روایات کی بصیرت شامل ہے۔ ان کے سفر نامے میں مقامات کی تفصیل سادہ نہیں دی گئی بلکہ ان کا گہرا تجزیہ و مشاہدہ کیا گیا ہے۔ وہ صرف زمین، عمارتیں یا قدرتی مناظر کے بارے میں بیان نہیں کرتے بلکہ وہاں کے لوگوں، ان کی تہذیب، عادات و اطوار، طرزِ زندگی اور روایات کو بھی اپنی تحریروں کا حصہ بناتے ہیں۔ اسکے علاوہ ان کے سفر ناموں میں انسانی تجربے تعلقات اور جذباتی روابط بھی نظر آتے ہیں۔

رام لعل ۱۹۲۳ میں غیر منقسم ہندوستان (موجودہ پاکستان) میانوالی میں پیدا ہوئے۔ رام لعل نے ۱۹۵۰ کی دہائی میں لکھنا شروع کیا اور مختصر کہانیوں، سفر ناموں اور ناول نگاری سے پہچان حاصل کی۔ رام لعل نے اُردو، ہندی اور انگریزی میں لکھا جس کی وجہ سے ان مداحوں میں وسیع سامعین و قارئین شامل ہیں۔ تقسیم برصغیر سے قبل جب ۱۹۴۷ میں تقسیمِ ہند ہوئی تو وہ اس نوزائیدہ آزاد مملکت پاکستان کی شہری بن کر رہنا چاہتے تھے لیکن پُر تشدد واقعات و حالات، قتل و غارت، خون ریزی اور عصمت دری کے ڈر نے ایسا نہیں ہونے دیا، تقسیم کے وقت اپنے آبائی گاؤں اور اپنے علاقے سے جُدا ہونے کا غم، اِس جدائی کی تکلیف اور روح کی بے سکونی قارئین تک محسوس کرتے ہیں۔ اور اس غم کو رام لعل اپنے سفر نامے میں کچھ یوں لکھتے ہیں۔

> "میں ۱۴ اگست ۱۹۴۷ کے بعد واقعی نئی مملکت کا شہری بن کر رہنا چاہتا تھا لیکن پنجاب کے دونوں حصوں کے خون ریز واقعات کے بعد جو دونوں ملکوں کے لیے قابو سے باہر ہوتے چلے گئے تھے ایسا کرنا ناممکن بنا دیا۔ گزشتہ تینتس برسوں میں اس دکھ کو میں کسی لمحہ نہیں بھلا سکا تھا کہ میں اپنے وطن سے زبردستی سرحد کے پار دھکیل دیا گیا تھا" (۳)

رام لعل کا تعلق چونکہ برصغیر کی تقسیم کے بعد ہندوستان سے تھا، اس لیے ان کے سفر نامے میں ایک مخصوص نوسٹیلجیا (یادوں کی گونج) بھی ملتی ہے۔ وہ بعض جگہوں کو دیکھ کر ماضی کی یادوں میں گُم ہو جاتے تھے، خاص طور پر وہ علاقے جو اُنکے آبائی تھے یا جہاں وہ پہلے جا چکے تھے، یا جو اُن کی یادوں سے جُڑے ہوئے تھے۔ تقسیم کا کُرب کسی لمحے ان سے جدا نہ ہوا، ایک اُمید کے ساتھ سفر کیا کہ شاید حالات بدلیں اور اُنہیں اپنی جائے پیدائش جانا واپس نصیب ہو، لیکن یہ خواب بن کر رہ گیا۔ جب سفر کیا تو انہیں ماضی کی ساری باتیں رہ رہ کر یاد آتی گئی۔ وہ جذباتی پن کے ساتھ سفر کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اُنکے یہ جذبات اُنکے سفر نامہ "ذرد پتّوں کی بہار" میں کچھ یوں درج ہیں۔

> "میں نے جب وطن چھوڑنے کہ کُرب کا ذکر کیا جو میرے خوابوں لاشعور کا حصہ بن چکا ہے تو سامنے کی صف میں بیٹھے ہوئے کچھ نئی نسل کے لوگوں کی انکھوں میں انسو چمکنے لگے میں خود کچھ لمحوں کے لیے خاموش رہنے پر مجبور ہو گیا تھا میں نے اپنی تقریر میں جگہ جگہ میاں والی کی زبان استعمال کی کیوں کہ مجھے اپنے جذبات کے صحیح اظہار کے لیے اردو زبان میں مناسب الفاظ نہیں مل سکے تھے میں نے انہیں یقین دلایا کہ اس کی تقسیم اور ہماری نقل مکانی کے باوجود ہم اپنی جنم بھومی سے اپنی پہچان کو ہمیشہ نام رکھیں گے اور ہمارے مورخ آنے والی

کئی نسلوں کے یہاں بھی ہوئی ہیں والی کی زبان اور اس علاقے کے مزاج اور
خصوصیات نشاندہی کرتے رہیں گے "(۴)

حال میں ماضی کو لیے چل رہے ہیں، انہیں ہر موڑ پر تقسیم کے کرب ناک واقعات یاد آتے ہیں کہ کیسے عصمتیں لوٹی گئی ، کشت و خون کی ہولی کھیلی گئی، اُن کا خاندان خوش قسمت تھا جو سلامت ہندوستان پہنچا، جو واقعات ان کے سامنے رونما ہوئے وہ دل دہلا دینے والے تھے جو قاری کو بھی ٹراما / صدمہ میں مبتلا کر دیتے ہیں کہ کس طرح ہندوستان میں اپنے ملک والوں کو ایک دوسرے کا دشمن بناڈالا، مذہب کے نام پر تصادم ہوئے، یہ بظاہر کوئی جنگ نہ تھی لیکن کشت خون کی ہولی کھیلی گئی۔

"زرد پتوں کی بہار" صرف ایک سفر نامہ نہیں بلکہ یہ تقسیم ہندوستان کا کُرب فسادات، قتل و غارت گری، ہجرت کا المیہ، مسلمان و ہندوؤں اور سکھوں کے باہم خون ریز واقعات کی عکاسی کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی آبائی جگہ سے محبت کی ایک خوبصورت تحریر ہے، جس کی جھلک ہمیں رام لعل کی اس بات سے نظر آتی ہے، جب وہ اپنے گھر میانوالی پہنچے تو واپسی پر جو وہاں کی مٹی اُٹھائی جس کی تفصیل وہ یوں لکھتے ہیں۔ " پتہ نہیں کیسے میری زبان سے نکل گیا مجھے اس گھر کی تھوڑی سی مٹی دے دو"(۵)

یہ وہ جنگ تھی جس نے نفسیاتِ انسانی کو بُری طرح مجروح کیا۔ یہ سفر نامہ رام لعل کے ماضی اور حال دونوں کی عکاسی کرتا ہے۔ رام لعل نے اپنی افسانہ نگاری میں شہرت کے بام عروج پر پہنچائے، انھوں نے اپنے افسانہ نگاری ۱۹۴۰ کے بعد کی، اور اُنکا شمار اُن چند ادیبوں، افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے، جنہوں نے آزادی سے قبل لکھنا شروع کر دیا تھا، لیکن انہیں مقبولیت آزادی کے کئی برسوں بعد ملی۔ جس کا ذکر انہوں نے اپنی خود نوست "کوچہ قاتل "میں کیا۔ رام لعل کے افسانوں میں اور سفر نامے میں انتشار، فتنہ فساد اور قتل و غارت کے جو اثرات ۱۹۴۷ کی تقسیم کے بعد ہوئے وہ بڑے مشترک نظر آتے ہیں۔ اسی حوالے سے ظہیر آفاق نے "رام لعل کی افسانہ نگاری" میں لکھا ہے۔

"لہذا ان حالات میں مختصر افسانہ پیدا ہوا اور افسانے کی پیدائش سے ادبی تاریخ کے اوراق یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ۱۹۴۷ میں ہندوستان کی تقسیم کے سلسلے میں جو فسادات رونما ہوئے وہ ملک کے ذہنی انتشار سے اور نمایاں ہو گئے جنھوں نے بے قصور بھائیوں کے گلے میں چُھری گھونپی، خود اپنی بہنوں کی عصمتیں لوٹیں، جائیداد تباہ کی۔ اس ہولناک کیفیت نے ملک میں ایک عجیب وحشت پیدا کر دی۔ چنانچہ رام لعل کے افسانے ان تمام حالات سے بھرپور متاثر ہوئے۔"(۶)

رام لعل کا اپنے زمانے کی جدید تخلیقی ادب کے مطالعے کا شوق جنون کی حد تک پہنچ چکا تھا۔ اُس زمانے کے بے شمار لکھنے والوں میں انھیں جو افسانہ نگار زیادہ پسندیدہ معلوم ہوتے تھے، ان کا ذکر رام لعل بڑی جذباتیت اور بڑے احترام کے ساتھ کرتے تھے، رام لعل کے ایک افسانہ و مجموعہ " انقلاب آنے تک" اِس افسانوی مجموعے کا دیباچہ قاضی محمد عبدالغفار جنرل سیکرٹری انجمن ترقی اردو ہند (علی گڑھ) نے لکھا تھا، اس میں وہ رقم دراز ہیں۔

" رام لعل کے افسانوں کو پڑھ کر مجھے ایسا محسوس ہوا کہ انہوں نے عوامی زندگی کے بعض پہلوؤں کو خاص طور پر چُن لیا ہے اور وہ کوشش کرتے ہیں کہ اپنے آرٹ کی روشنی میں ان حقائق کو نمایاں کریں، ادب کے جدید دور میں یہی راستہ صحیح ہے اور یہی راستہ عوام کی خدمت کا راستہ ہے۔ ان افسانوں میں رام لعل صاحب کی سوچنے کا جو انداز نظر آتا ہے وہ یقیناً ترقی پسند آرٹ کا انداز ہے اور اس میں تدریجی ترقی کے لیے بہت وسیع میدان موجود ہیں۔ ادیب اور آرٹسٹ خود اپنے قلم سے اپنے لیے فکر اور نظر کا میدان صاف کر لیتا ہے۔ اور اس لیے مجھے یقین ہے کہ رام لعل صاحب جس سمت میں جا رہے ہیں، اس میں ان کے لیے ادب کی ترقی پسند عناصر روز بروز نمایاں ہوتے جائیں گے، لیکن ایسا نہ ہو کہ ترقی پسندی اور آرٹ کا ربط قائم نہ رہے۔ اس قسم کے ادب کا کمال وہی ہے کہ آرٹ اور ترقی پسندی اور حقیقت نگاری کو توازن قائم رہے۔ بعض لکھنے والے اپنے ادب کو زندگی سے بہت قریب لے آتے ہیں لیکن ان کے ادب کا آرٹ پیچھے رہ جاتا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ آرٹ کی تمام خوبیوں کے بغیر ادب کے کوئی معنی باقی نہیں رہتے۔ اس لئے کہ اس میں دوسروں کو متاثر کرنے کی قوت باقی نہیں رہتی۔ جدید ادب کے لکھنے والوں کو حقیقت نگاری میں آرٹ کو اور آرٹ میں اپنی حقیقت نگاری کو سمو کر ایسا مرکب پیدا کرنا چاہیے جو محض لوہار کا ہتھوڑا بن جائے۔ رام لعل صاحب کے افسانوں کا یہ مجموعہ عوام کے سامنے جا رہا ہے اور مجھے امید ہے کہ پسند کیا جائے گا۔"(۷)

مصنف نے اپنے آغازِ سفر سے ہی ایک طرف تو نہایت ہی سادہ نثر کو اپنایا، دوسری طرف عام لوگوں کی چھوٹی چھوٹی خوشیوں اور محرومیوں کو پیش کرنے کی کوشش کی۔ جنھیں عام طور پر بڑے افسانہ نگار یا تو نظر انداز کر دیتے ہیں یہ اپنے وسیع کینوس پر رکھ کر پیش کرتے ہیں، کہ وہ بے حد بوجھل قسم کا فلسفہ بن جاتا ہے۔ اس ضمن میں رام لعل نے چے خف اور موپاساں کو مثال بنایا اور جن مسائل پر انھوں نے قلم اٹھایا، انہیں اپنے دل کی گہرائیوں سے محسوس کیا اور اپنے قارئین کے دل و دماغ میں اسی گہرائی سے اتار دیا۔ رام لعل نے اپنے سفر نامہ میں اس دلکش انداز سے تمام واقعات کی جزئیات اور تفصیلات کو بیان کیا ہے کہ ایک ایک افسانوی جھلک نظر آتی ہے اور سفر نامہ کی خوبیوں سے متصف بھی ہے۔ ماضی کے واقعات کے ساتھ حال میں یوں سفر کیا کہ قاری خود کو ہر مقام پر موجود پا کر اُن حقائق سے آگاہ ہو رہا ہو۔ سفر نامہ نگار جب کسی ملک کا سفر کرتا ہے تو وہاں کے مناظر فطرات کی دلکشی وہاں کی تہذیب، رسوم رواج کا تذکرہ کرتا ہے۔ رام لعل چونکہ متحدہ ہندوستان میں پیدا ہوئے تو وہ تقسیم سے پہلے اور بعد کے حالات سے بخوبی آگاہ تھے۔ انھوں نے اس خوبصورت معاشرے کے اندر تقسیم کی بعد جو نفرتوں کے بیج بوئے گئے اور حالات کو جس طرح بے رحم، دردناک واقعات اور حادثات کے رحم و کرم پر چھوڑا اس کی تفصیلات کو زیادہ تر بیان کیا، اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے اس نئی مملکت میں قدم رکھا تو اس کی تصویر یوں کھینچی۔

"جگہ جگہ بجلی کی کھمبوں کے ساتھ ساتھ چھوٹے چھوٹے بورڈ لگے ہوئے تھے،
جن پر لکھا تھا، اتحاد ہی میں برکت ہے، شر سے ہمیشہ بچو، ہر مہینے زکوٰۃ دینا مت
بھولو، مجھے یاد آیا اب میں ایک اسلامی ملک میں ہوں۔"(۸)

رام لعل نے چھوٹی چھوٹی جزئیات کا ذکر بھی بڑے شد و مد سے کیا ہے اور اس سفر کا آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم کے ساتھ کیا، جس سے ان کی اسلامی معلومات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ تفصیل کے ساتھ انہوں نے اپنے سفر نامہ میں قرآن عظیم کی تین سورتوں کا مکمل ترجمہ لکھ کر آغاز سفر کیا انہوں نے اس یقین سے سفر کیا کہ اب وہ ایک اسلامی نظریاتی مملکت پاکستان میں سفر کر رہے ہیں جو ان کے بچپن کی آماجگاہ ہے، جس دھرتی سے انہیں حد درجہ محبت ہے، جہاں انہوں نے اپنی جوانی کے ایام گزارے اور ریلوے میں ملازمت اختیار کی، جس کی وجہ سے وہ پشاور، ٹیکسلا، راولپنڈی، لاہور، ان شہروں کی سفر معتد بار کر چکے تھے۔ رام لعل نے برصغیر کے مختلف علاقوں کا سفر کیا۔ وہاں کے لوگوں کے رہن سہن، طرز و بود و باش، ان کے رویے دیکھے عادتاً ان سے گل مل کر بہت سی معلومات اخذ کرتے تھے، جسکی جھلک ان کی تحریروں میں نمایاں ہے، وہ چہروں کا بنظر غائر مطالعہ کرتے ہیں، ان کی خوبی یہ ہے کہ افسانہ میں شہرت کے ساتھ ساتھ وہ سفر نامہ میں دلچسپی کے تمام امور کو مد نظر رکھتے ہیں اور اسے سفر نامے ہی کی خوبیوں کے ساتھ مزین کرتے ہیں اور اسے افسانہ ہونے سے بچا لیتے ہیں "خواب خواب سفر "ان کا مشہور سفر نامہ جو کہ یورپ کی مختلف ممالک کا سفر ہے، جس میں انھوں نے تارکینِ وطن سے تفصیلی گفتگو کی اور اس انداز سے مکالمات کیے کہ یوں لگتا ہے کہ ان کے من کو جھانک کر اصل بات تک پہنچنے میں کامیاب رہے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ حُسنِ فطرت کی دلکش مناظر کو بھی خوب بیان کیا، اس حوالے سے خالد محمود لکھتے ہیں۔

"رام لعل کسی منظر سے سرسری انداز میں یا تیز رفتاری کے ساتھ نہیں
گزرتے وہ مناظر و مظاہر سے لطف اندوز ہونے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں
انہوں نے ہر منظر کی ایسی تصویر کشی کی ہے جو منظر خود منہ سے بولنے لگا۔"(۹)

مناظر فطرت کی دلکشی کا بیان کرنا اور ایسے اسلوب سے بیان کرنا کہ ہر منظر دلچسپ اور لمحہ خوبصورت لگے، یہ رام لعل کی تحریر کی نمایاں خوبی ہے لیکن سفر ناموں میں "زرد پتوں کی بہار" ایک ایسا شاہکار ہے جس میں ایک طرف ہجرت کا دکھ، تقسیم کا المیہ، فسادات کی داستان، قتل و غارت گیری، نفسیاتِ انسانی کا بری طرح مجروح ہونا ایسے بیان کیا ہے کہ پڑھنے والے ہی ان مناظر کے بارے میں پڑھ کر صدمہ / ٹراما میں چلا جاتا ہے۔ اس کے باوجود انھوں نے سفر نامے کی تفصیلات میں ہر محفل کا ذکر مفصل انداز میں کیا، تمام علاقوں کا ذکر اور بالخصوص تمام پاکستان کے نامور ادیبوں کا تذکرہ بڑے محبت جذبات کے ساتھ کیا، جس طرح انہیں پاکستان میں خوش آمدید کیا گیا، جہاں جہاں دعوت دی گئی، محفلیں سجیں سب کی تفصیلات کو بڑے خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے۔ جس میں محبت کی جھلک علم کا بیان تاریخ سے آگاہی، ماضی کا ذکر، دلکش پیرائے میں ملتا ہے۔ ماضی کے ساتھ ان کا تعلق، ان کے بچپن کی یادیں جڑی ہیں، جو شخص ماضی سے نہ جڑا ہو، اُسے وہ الگ ہی دنیا کا انسان سمجھتے ہیں وہ لکھتے ہیں۔

"ماضی انسان کی پہچان بن جاتا ہے یہ نہ ہو تو وہ بالکل اجنبی بن جائے، کسی
دوسری ہی دنیا کا انسان، جس کے پاؤں زمین کے ساتھ نہیں لگے ہوں گے۔
ماضی ہماری زمین ہے اور زمین کے ساتھ ہی ہم نے ہمیشہ گہرا رشتہ قائم رکھا
ہے۔ میں اچانک ماضی کو بول بھلیوں سے نکل کر لاہور کی مضافات میں پھیلے

ہوئے کھیتوں اور اینٹوں کے بھٹوں، چھوٹے چھوٹے قصباتی مکانوں اور چھوٹی چھوٹی مسجدوں کے میناروں کے درمیان پہنچ جاتا ہوں، میں محسوس کرنے لگتا ہوں کہ میرے نتھنوں میں جو تازہ ہوا آرہی ہے وہ میری جانی پہچانی ہے، میں اس کی خوشبو سونگھ کر بتا سکتا ہوں کہ یہ میرے لاہور کی ہے۔"(۱۰)

سفر نامہ نگار نے ماضی کے ساتھ جوڑے رشتے کو بڑی جذباتیت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ وطن جس میں پیدا ہوئے اُسکی محبت اُس وطن کے ساتھ جڑی ہر ہر چیز کے ساتھ جو اُنس ہے اُسے اِس انداز میں بتایا کہ یہ خوشبو میرے لاہور کی ہے، اس سے اُن کی والہانہ محبت عیاں ہوتی ہے رام لعل نے بڑے شگفتہ انداز میں دوستوں کا ذکر کیا ہے، خوبی یہ ہے کہ تمام ناموں کو اوراق کی زینت بنایا ہے پھر ملاقاتوں کا تذکرہ بڑا مفصل بیان کیا، جن میں آغا سہیل، احمد ندیم قاسمی، وزیر آغا، کشور ناہید، ڈاکٹر سید عبد اللہ، انتظار حسین قابلِ ذکر ہیں۔ احمد سعید رام لعل کے سفر نامہ "زرد پتوں کی بہار" پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

"اس سفر نامے پر افسانوی رنگ اس طرح غالب ہے کہ سفر نامے کے قاری کو سفر نامہ اور افسانے میں امتیاز کرنا مشکل ہو جاتا ہے اس کے باوجود یہ سفر نامہ زبان و بیان کے اعتبار سے بھی بہت دلچسپ ہے، قاری کی توجہ کو اپنی طرف کھینچے ہوئے ہے۔ آزادی کے بعد لکھے جانے والے سفر ناموں میں اس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ناسٹلجیا میں ڈوبے ہونے کے باوجود جدید سفر ناموں میں اپنی الگ شناخت قائم کر سکا ہے۔"(۱۱)

رام لال کی خوبی ہی ہے کہ انھوں نے سفر کے واقعات کو بھی بیان کیا، دوستوں کے ساتھ ادبی نشستوں کا تذکرہ بھی کیا اور ماضی کے کَربناک واقعات کو باحسن بیان کیا کہ دلچسپی قارئین کی بھی برقرار رہے اور سفر نامہ افسانہ نہ لگے۔ تینتیس برس کی جدائی کے بعد وہ جس سرزمین میں پیدا ہوئے تھے، لوٹے تو سارے ماضی کے مناظر نگاہوں کے سامنے تھے، وہ دکھ درد، آلام مصائب انہیں ٹرامہ میں لے گئے اور اُن کا بیان، پڑھنے والے کو بذات خود صدماتی کیفیت سے دوچار کر دیتا ہے۔ خالد محمود نے رام لعل کے سفر نامے کے بارے میں یوں لکھا ہے،

"اُنھوں نے اپنے سفر نامے میں پاکستان کی ہر منظر اور چہرے کو بہ نظر خلوص و التفات دیکھا اور ہر شے پر محبت آمیز نظر ڈالی ہے، خلوص و محبت کا یہ آدان پردان ہندوستان و پاکستان کے ادیبوں، شاعروں، فنکاروں میں بہت زیادہ ہے لیکن سماجی مصلحتوں کے تقاضے کچھ اور ہیں۔"(۱۲)

زرد پتوں کی بہار ایک ایسا سفر نامہ ہے جس میں ایک طرف تو آپ بیتی کے تاثر کو قائم رکھے ہے، ساتھ ہی ساتھ سفر نامے کی ساری خوبیاں نمایاں ہیں۔ رام لعل نے حال میں رہ کر ماضی کے تمام واقعات کا بخوبی اظہار کیا ہے، بالخصوص تقسیم ہندوستان کے تلخ واقعات، جس نے انسانوں کو انسانوں سے جدا کیا، ظلم و ستم ہوئے، نہتے لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارا گیا، جِسے پڑھ کر ایک قاری صدمہ / ٹراما میں چلا جاتا ہے۔ واقعات کو پُر اثر انداز میں بیان کرنے کے ساتھ ساتھ تمام ادبی محفلوں اور ادبی شخصیات کا تعارف، اُن کی تحریر کی خوبیوں کو بھی سرسری انداز میں واضح کیا کہ ایک سفر نامے سے انسان، مختلف ادبی شخصیات سے متعارف ہو سکتا ہے۔

انہوں نے معاشرتی، سماجی اور تہذیبی پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ لیکن زیادہ تر ماضی کے احوال کا تذکرہ کیا، اس باوجود یہ سفر نامہ اپنے عصر کے اہم ترین سفر ناموں میں شمار ہوتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ قدسیہ قریشی، ڈاکٹر، اُردو سفر نامہ انیسویں صدی میں، نصرت پبلشر امین آباد لکھنو، ۱۹۸۷ء، ص:۱۱

۲۔ ساجد کمال، ڈاکٹر، اُردو سفر نامہ تحقیقی و تنقیدی جائزہ، دی آزاد پریس سبزی باغ پٹنہ، سن ندارد، ص:۱۰

۳۔ رام لعل، زرد پتوں کی بہار، القمر انٹر پرائزر، لاہور ۱۹۸۳، ص:۴۷

۴۔ ایضاً، ص:۱۱۹

۵۔ ایضاً۔ ص:۱۱۱

۶۔ ظہیر آفاق، رام لال کی افسانہ نگاری، شان ہند پبلشر، نیو دلی، ۱۹۹۲، ص: ۳۳

۷۔ انقلاب آنے تک، دیباچہ، قاضی عبد الغفار، جنرل سکریٹری انجمن ترقی اُردو ہند (علی گڑھ)، انٹر نیشنل پبلیشر، بنارس

۸۔ رام لعل، زرد پتوں کی بہار، القمر انٹر پرائزر، لاہور ۱۹۸۳، ص:۲۳۸

۹۔ خالد محمود، اُردو سفر ناموں کا تنقیدی مطالعہ، مکتبہ جامع، نئی دہلی، ۲۰۱۱، ص:۲۷۹

۱۰۔ رام لعل، زرد پتوں کی بہار، القمر انٹر پرائزر، لاہور ۱۹۸۳، ص:۲۷

۱۱۔ احمد سعید، آزادی کے بعد اُردو سفر نامہ، عرشیہ پبلی کیشنز، دھلی، ۱۹۹۵، ص:۳۹

۱۲۔ خالد محمود، اُردو سفر ناموں کا تنقیدی مطالعہ، مکتبہ جامع، نئی دہلی، ۲۰۱۱، ص:۲۹۹

Reference in Roman Script:

1. Qudsia Quraishi , Dr., Urdu Safarnama Uniswein Saddi Main, Nusrat Publisher Ameen Abad, Lucknow 1987, P:11
2. Sajid Kamal, Dr. , Urdu Safarnama Tehqeeqi-o-Tanqeedi Jaiza, 19 The Azad Press Sabzi Bagh Patna, Sun Nadard, P:10
3. Raal Laal, Zard Patton Ki Bahar, Al-Qamar Enterpriser, Ghazni Street, Urdu Bazar, Lahore 1983, P: 47
4. Aizan, P:119
5. Aizan, P:111
6. Zaheer Afaq, Raam Laal Ki Afsana Nigari, Shan Hind Publiser new Dehli, 1992. P: 33
7. Inqalab Anay Tak, Debacha, Qazi Abdul Ghafar, General Secretary Anjuman Taraqi-e-Urdu Hind (Ali Gharh), International Publisher, Banaras
8. Raal Laal, Zard Patton Ki Bahar, Al-Qamar Enterpriser, Ghazni Street, Urdu Bazar, Lahore 1983, P:23
9. Khalid Mehmood, Urdu Safar Namon ka Tanqeedi Mutaliah, P: 279
10. Raal Laal, Zard Patton Ki Bahar, Al-Qamar Enterpriser, Ghazni Street, Urdu Bazar, Lahore 1983, P: 27
11. Ahmad Saeed, Azadi kay bad Urdu Safarnama, Arshia Publications, Dehli, 1995, P:39
12. Khalid Mehmood, Urdu Safarnamon ka Tanqeedi Mutaliah, Maktabah Jamiah New Dehli, 2011, P: 299